ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

a

قرن اول کی مسلم معیشت میں غنائم کی حیثیت ودرجہ: تعارفی مطالعہ

The Status and Significance of Booty in the Muslim Economy of the First Century: An Introductory Study

☆فیاض احمد طیب
پی ایچ ڈی سکالر، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ
☆☆ڈاکٹر حافظ فرحان ارشد
اسسٹنٹ پروفیسر، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ

Abstract

Detractors of the early Islamic economic system argue that the Meccan migrants burdened the residents of Medina. They contend that the foundation of the Islamic economy relied solely on zakat and Ghanaim, serving as the pillars of the earliest economic structure. Contrary to this perspective, historical evidence indicates that followers of Prophet Muhammad(PBUH), in their pursuit of economic stability, actively engaged in trade as a primary occupation. This strategic shift contributed to the establishment of a robust economy during that era. Consequently, over time, the perceived sources of economic strain diminished, highlighting the adaptability and success of the economic model adopted by the early Islamic community.

Keywords: Zakat, Ghanaim, Trade, Economic, Community.

تعارف

"قرن اول کے مسلم معاشرتی نظام میں غنائم کی حیثیت ودرجہ: ایک تعارفی مطالعہ" مقالہ ایک ٹھوس تعارفی جائزہ ہے جس نے مسلم معاشرتی نظام کی معیشتی تاریخ میں غنائم کے دار و دیوار کو بہترین انداز میں پیش کیا ہے۔

قرن اول کی مسلم معیشت میں غنائم کی حیثیت ودرجہ

مسلمانوں کے تصور جہاد پر اعتراض کرنے والوں نے پوری منصوبہ بندی کے تحت اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ پہلے یہ بات ہوئی کہ مسلمان تو بالکل خالی ہاتھ مدینہ آئے، اب جب ان کے پاس کچھ نہ تھا تو اپنے گزر بسر کے لیے انہوں نے جنگیں شروع کر دیں تاکہ لوٹ مار کی جائے اور زندگی کا پہیہ چلایا جاسکے۔ ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی صاحب لکھتے ہیں:

> "مستشرقین اور جدید مؤرخین کے دعوے کے مطابق ہجرت کے بعد نادار مہاجرین کی ایک بڑی آبادی کے نقل وطن کرنے سے مدینہ منورہ کی ریاست پر ناقابل برداشت بوجھ پڑا تھا جو پہلے ہی خاصی خستہ وخراب تھی۔ اس لیے غزوات وسرایا کے ذریعے مال غنیمت

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

حاصل کرنے کا پرانا عرب طریقہ اپنایا گیا۔"[1]

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر مہاجرین نے اپنے گزر بسر کے لیے مال غنیمت کا سہارا ہی لیا تھا تو مال غنیمت کے حصول سے پہلے ان کا گزر بسر کیسے ہو رہا تھا۔ اور اگر یہ اعتراض مانا جائے تو معترضین کے وہ تمام بیانات کہ مہاجرین تو انصار کے مرہون منت تھے، ختم ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

"معترضین کے دعوے کی سب سے بڑی تردید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ پہلے اٹھارہ ماہ یعنی غزوہ بدر تک مسلمانوں کو کوئی مال غنیمت تک نہیں ملا اور مسلم آبادی کا گزر بسر ہوتا رہا۔"[2]

دوسری بات یہ ہے کہ اسلامی تاریخ پر معمولی نظر رکھنے والا شخص اس کو بڑی آسانی سے جان لیتا ہے کہ ان اعتراضات کے پیچھے محض تعصب، عناد اور معاشی مفادات وابستہ ہیں کیونکہ ہجرت کے بعد ابتدائی چھ سال تو مسلمان اپنی ریاست اور اپنی جانوں کے تحفظ میں رہے۔ ان سالوں میں مشرکین و یہود نے ہی اسلامی ریاست پر حملے کیے۔ اس اعتراض کا جواب طرفین میں جنگجوؤں کی تعداد اور ان کے سامانِ جنگ کو دیکھ کر لیا جا سکتا ہے۔

اگر مال غنیمت کی بات کی جائے تو یہ دستور زمانہ جاہلیت کا تھا جس میں لوگ لوٹ مار میں فخر محسوس کرتے تھے اور اس سے ملنے والا سامان ہی ان کا ذریعہ معاش ہوتا تھا۔ لوٹ مار میں زیادہ تر بکریاں ہاتھ آتی تھیں اور بکری کو عربی میں "غنم" کہتے ہیں، اس لیے لوٹ کے مال کو عربی میں غنیمت کہنے لگ گئے۔ چونکہ زیادہ تر لوگوں کا انحصار اس جیسے لوٹ مار کے پیسے پر تھا اس لیے جب اسلام آیا تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے اس لوٹ والے پیشے کو حرام قرار دیا اور کسب معاش کے مختلف ذرائع بتائے جو اس وقت رائج بھی تھے۔ مدینہ میں آ کر آپ ﷺ نے ان تمام پیشوں کو اختیار کرنے کی ترغیب دلائی جو رائج الوقت تھے۔ مکہ میں تجارت ہوتی تھی اس لیے مہاجرین کو تجارت کا شوق دلایا۔ مدینہ میں زراعت کا مشغلہ وسیع پیمانے پر تھا اس لیے اسے مزید وسیع تر کرنے کے لیے آپ ﷺ نے زراعت کی طرف رغبت بھی دلائی اور باقاعدہ زرعی اصلاحات بھی فرمائیں۔ اس طرح صحابہ مکمل طور پر زمانہ جاہلیت میں پائے جانے والی خرافات لوٹ مار سے نہ صرف آزاد ہو کر خود مختار ہو گئے بلکہ کما کر دوسروں پر خرچ کرنے والے بن گئے۔

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کے اذہان میں بھی اس تصور نے جگہ بنانے کی کوشش کی کہ جہاد درحقیقت مالِ غنیمت کے حصول کا ہی ذریعہ ہے لیکن آپ ﷺ نے واضح فرمادیا کہ جو شخص دنیاوی مفاد کی خاطر جہاد میں حصہ لیتا ہے، تو اسے کوئی اجر نہیں مل سکے گا۔ حدیث مبارکہ میں ہے:

عن أبي هريرة، أن رجلا قال: يا رسول الله، رجل يريد الجهاد في سبيل الله، وهو يبتغي عرضا من عرض الدنيا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا أجر له» . فأعظم ذلك الناس، وقالوا للرجل: عد لرسول الله صلى الله عليه وسلم فلعلك لم تفهمه، فقال: يا رسول الله، رجل يريد الجهاد في سبيل الله، وهو يبتغي عرضا من عرض الدنيا، فقال: «لا أجر له» . فقالوا: للرجل عد لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له: الثالثة. فقال له: «لا أجر له»[3]

"ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کچھ دنیاوی فائدے بھی چاہتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس کو کچھ ثواب نہیں ملے

---

[1]۔ محمد یسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر۔ غزوات نبوی کے اقتصادی پہلو۔ لاہور: مشتاق بک کارنر، ص: 114

[2]۔ ایضاً، ص: 115

[3]۔ ابوداؤد، سنن۔ کتاب الجهاد ،باب في من يغزو ويلتمس الدنيا، رقم: 2516

گا۔یہ امر لوگوں کو بہت عجیب معلوم ہوا اور لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ پھر جا کر پوچھو غالباً تم نے آنحضرت ﷺ کا مطلب نہیں سمجھا، باربار لوگوں نے دریافت کرنے کے لیے بھیجا، لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ آنحضرت نے ایسا فرمایا ہوگا بالآخر جب آپ ﷺ تیسری مرتبہ یہی فرمایا کہ ”لا اجر لہ “یعنی اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا تب لوگوں کو یقین آیا۔“

یہاں صحابی کی مراد مال غنیمت تھی اگر کوئی مال غنیمت کے لیے جہاد کرتا ہے تو اس پر آپ ﷺ نے صراحتاً یہ کہہ دیا کہ اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے تاکہ صحابہ مال غنیمت کی انتظار میں ہی نہ رہیں بلکہ ان کے دلوں سے اس کی اہمیت کو ختم کرنا چاہا تاکہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھانے والے ہوں۔مال غنیمت کے مال کی طرف ان کی توجہ نہ ہو۔ آپ ﷺ کی اس تعلیم کا صحابہ کرام کی زندگی پر کتنا گہرا اثر اپڑا کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے صحابہ کو ایک قبیلہ کے لیے بھیجا۔ان میں سے ایک صحابی آگے نکلے، قبیلہ والے روتے ہوئے اس صحابی کے پاس آئے، اس صحابی نے کہا کہ ”لاالہ الا اللہ “پڑھ لو تو تمہاری جان بچ جائے گی، لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور حملہ سے بچ گئے، اس پر ساتھیوں نے ان کی ملامت کی تم نے ہم لوگوں کو غنیمت سے محروم کر دیا ہے۔جب رسولِ مکرم ﷺ کو اس بابت خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے اس صحابی کو سراہا اور فرمایا:

أما إن الله قد كتب لك من كل إنسان منهم كذا وكذا» قال عبد الرحمن: فأنا نسيت الثواب، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أما إني سأكتب لك بالوصاة بعدي» قال: ففعل وختم عليه، فدفعه إلي، وقال لي، ثم ذكر معناهم، وقال ابن المصفى: قال: سمعت الحارث بن مسلم بن الحارث التميمي، يحدث عن أبيه۔[4]

" اللہ تعالیٰ نے تجھے ہر آدمی کے بدلے میں جو اس موضع میں تھا اتنا اتنا ثواب دیا ہے۔عبد الرحمن نے کہا میں بھول گیا اس ثواب کو جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں تیرے لیے ایک وصیت نامہ لکھ کر دیتا ہوں، آپ ﷺ نے اس کو لکھا اور اس پر مہر کی اور مجھے دے دیا۔"

آپ ﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے اتنا گہرا اثر ہوا کہ صحابہ مال غنیمت سے ماورا ہو گئے خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے جہاد میں شریک ہوتے تھے۔صحابہ نے مال غنیمت کو سہارا بنایا تھا تو وہ صرف اس حد تک تھا کہ یا تو اپنا لوٹا ہوا مال واپس لینے کے لیے ایسا کرنا پڑا یا صحابہ کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لیے کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت تھی۔ مواخات مدینہ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ صحابہ کو سہارے کی تلاش تھی۔تو بعض صحابہ نے مال غنیمت کو سہارا بنا کر اپنا کاروبار شروع کیا، مستقل ذریعہ معاش کے لیے مال غنیمت کا سہارا نہیں لیا تھا۔دوسری چیز یہ کہ آج بھی یہ طریقہ موجود ہے کہ فاتح قوم مفتوح کے سامان پر اپنا حق جتاتی ہے۔

غنائم کا تجزیہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غیر مسلموں سے جنگوں کا اصل مقصد دین اسلام کی سربلندی تھی۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مال ومتاع کے لالچ کو بار بار ٹھکرا دیا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے اگر غنائم ذریعہ معاش نہیں تھا تو اتنی جلدی صحابہ کرام کا شمار دنیا کے مالدار لوگوں میں کیسے ہوا؟ اصل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مالدار ہونے کی وجہ غنائم نہیں بلکہ مستقل معاش کا ذریعہ تجارت تھی۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے معرکوں کے دوران بھی تجارت کی طرف خاص توجہ دی اور معرکوں کی صلح کے دوران دوسری شرائط میں سے آزادانہ تجارت کرنے کی شرط رکھی جاتی تھی، میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ اور دیگر

[4] ۔ابو داؤد، السنن، کتاب الآدب، باب مایقول إذا أصبح، رقم:5080

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

معاہدات اس مقدمے کی روشن مثالیں ہیں۔ عہد فاروقی میں جنگ یرموک کے چوتھے مرحلے پر رومیوں کے سردار باہان نے حضرت خالد بن ولید (سفیر) کو کہا کہ آپ کا کوئی مرتبہ تھا نہ قدر، آپ پر فقر وفاقہ تھا آپ ہمارے ہاں تجارت کے لیے آتے، ہمارے علاقوں کو فتح کرتے تھے اور اس سے آپ امیر تر ہوتے گئے۔[5] حضرت حبان بن تمیمی ثقفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اہل بعلبک سے مالی فوائد کے ساتھ ساتھ خرید و فروخت کے لیے بازار قائم رکھنے کی شرط کی تھی۔ اہل بعلبک سے تجارت کرنے سے ایک دوسرے کو اتنا زیادہ فائدہ ہوا جتنا پہلے کبھی نہیں تھا۔ اور انہوں نے ہمارے معاملات اور برتاؤ میں امین اور صادق کیوں پایا ہماری محبت اور انصاف سے اہل بعلبک کے سردار ہربیک نے اقرار کیا کہ اہل عرب کے تجارت کرنے سے اہل بعلبک کو اتنا زیادہ نفع حاصل ہوا کہ جس سے مجھے اتنی زیادہ رقم حاصل ہوئی اس سے خیال کیا گیا کہ اہل بعلبک کو اتنا زیادہ فائدہ کبھی حاصل نہیں ہوا تھا۔"[6]

صحابہ کرام نے جنگوں کے دوران بہت بڑے بڑے مالی لالچ کو ٹھکراتے ہوئے دین اسلام کی سربلندی کی کوشش کی۔ رومیوں کے سردار باہان نے جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید کو لالچ دیا کہ اگر آپ دوبارہ کبھی لڑائی نہ کرنے کی قسم کھائیں کہ آپ کبھی بھی لڑائی مول نہیں لیتے ہم آپ کے ہر ایک سپاہی کو ایک سو دینار، سردار ابو عبیدہ کو 1000 ایک ہزار دینار دیئے جائیں گے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے باہان کے اس لالچ کو ٹھکرا دیا اور اسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و محبوب حق اور نبی کریم محمد ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے کی دعوت دی۔ تو باہان آپ کی ذہانت بھری تبلیغ سے مسلمان ہو گیا۔[7] رومیوں نے مشورہ کر کے داخل ہوتے وقت جتنا وہ مال جمع کر سکتے تھے کر کے راستے میں ڈال دیا۔ بعد میں مسلمان مال غنیمت لے کر واپس چلے گئے۔ لیکن انہوں نے مال کی پرواہ نہ کی جس کے بارے میں حضرت عوف بن سالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مسلمانوں نے مال واسباب اور متاع کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ تو ابو الجحید نے یہودیوں کو کہا کہ یہی قوم حق پر ہے جس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے تورات انجیل میں بھی کی ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔[8] ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہرقل نے ایک بے ش بہا اور قیمتی موتی ہدیہ بھیجا جس کی قیمت کا اندازہ سوداگر اور تاجر بھی نہ لگا سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے کہنے کے باوجود قیمتی خود اپنے پاس رکھنے کی بجائے فروخت کر کے بیت المال میں جمع کروا دیا۔[9] بہنساء کے محاصرہ کے دوران ایلچی مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لالچ دیا گیا کہ اگر آپ باہر چلے گاؤ تو ہر سپاہی کو سو سو دینار اور ایک ایک زریفت عمامہ امیر الحرب کو ایک ہزار دینار، 10 زریفت عمامے اور دس جوڑے کپڑے۔ خلیفہ عمر فاروق کو 10 ہزار دینار، 100 ریشمی جوڑے، 100 زریفت عمامے دینے کا وعدہ کیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مال لینے سے انکار کرتے ہوئے توحید، نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد فرض ہونے کا ذکر کرتے ہوئے۔ بہنسا کے سردار کو اسلام کی دعوت دی اور کہا: اگر قبول کر لے تو بہتر ورنہ جزیہ دینے یا لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔[10]

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوا صحابہ کرام نے جنگوں کے دوران بھی تجارت کے پیشہ کی طرف توجہ دی اور دنیا کے مال و متاع کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دین اسلام کی سربلندی کے لیے کام کیا۔ انہیں کئی طرح سے لالچ دیے گئے کہ اپنا مشن چھوڑ دو اور اس کے بدلے میں اتنی مال و دولت لے جاؤ لیکن یہ اسلام کے

---

[5] ۔ واقدی۔ فتوح الشام۔ ج:2، ص:258

[6] ۔ ایضا، ج:1، ص:131

[7] ۔ ایضا۔ ج:2، ص:259

[8] ۔ ایضا، ج:1، ص:233

[9] ۔ ایضا، ج:2، ص:13

[10] ۔ محمد یوسف زئی، مولانا۔ فتوحات شام۔ کراچی: مکتبہ ایمان ویقین، 1439ھ، ص:231-230

مجاہد و شیدائی فقط اسلام کی خاطر مرنے کو تیار تھے، فوری بغیر کسی تردد و سوچ و بچار کے انکار کر دیا۔ اگر جنگوں کا مقصد مالِ غنیمت کا حصول ہوتا تو یہ بغیر جنگ کے بھی مل رہا تھا۔

مالِ غنیمت کا مسلم معیشت میں حصہ

سیرت نبوی کے ابتدائی مغربی مؤرخین نے توخشک ہونے والے جزیرہ نما عرب میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی بالخصوص مدینہ منورہ میں مقامی معیشت پر اس کے اقتصادی بوجھ کو غزوات نبوی کا اصل محرک قرار دیا تھا۔[11] ان کے نزدیک عہد اسلامی کی ابتدائی جنگوں اور اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عربوں کے لوٹ مار سے بھرپور "لڑائیوں" میں کوئی فرق نہ تھا مغرب میں یہ انداز فکر اتنا مقبول و محبوب رہا کہ مدتوں اس کی بازگشت ان کے مصنفین کی تحریروں میں گونجتی رہی اور آج بھی اکثر مصنفین یورپ اسی طرزِ فکر کو اپنائے ہوئے ہیں۔[12] متاخرین مغربی علماء اقتصادی محرکات کے ساتھ ساتھ سیاسی اسباب وعوامل کا بھی پیوند لگایا۔[13] بعض کا خیال ہے کہ ابتداء میں مقصود لوٹ مار نہ تھی بلکہ مکہ کی اقتصادی ناکہ بندی تھی اور اس لیے مغربی شاہراہ تجارت مکی کاروانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی گئی۔ یہ چھیڑ چھاڑ اشتعال انگیز تھی اور مکی اشرافیہ اپنے دفاع کے لیے تلوار لے کر میدان میں کود پڑے۔[14] دوسری طرف جدید مسلم مؤرخین و سیرت نگاروں کا ایک طبقہ تو مغربی انداز فکر کا ایسا ہمنوا ہے کہ ان کی تحریریں ان کے مغربی پیش روؤں اور اساتذہ کی خوشہ چینی کے سوا اور کچھ نہیں۔ لیکن ہمارے مشرقی مسلم سیرت نگاروں کی اکثریت ایسی ہے جو غزوات نبوی کے اقتصادی پہلوؤں کو نہ صرف نظر انداز کر دیتی ہے بلکہ حقارت سے ٹھکرا دیتی ہے اور ان میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کی اہمیت اور مدنی مسلم معیشت میں اس کے حصہ سے یکسر انکار کر دیتی ہے۔[15]

غنائم کا تخمینہ

اگر تمام اموال غنیمت کا تنقیدی تجزیہ کیا جائے تو حقائق اور اعداد و شمار کی بنا پر یہ معلوم ہو گا کہ کتنی جنگوں میں مال غنیمت ملا اور جو ملا اس کی قدر و قیمت کیا تھی اور مصارف کتنے تھے اور اس کا مدنی معیشت پر کیا اثر پڑا۔ عہد نبوی کے غزوات و سرایا کی تعداد 78 تھی[16]۔ دور جدید کے مؤرخین و سیرت نگاروں نے تنقید و تحقیق کے معیار پر ان کی کل تعداد 90 کے قریب بتائی ہے۔ یہ ظاہری تضاد در حقیقت غزوات و سرایہ کے لفظ کے مفہوم میں فرق کی وجہ سے ہے۔ بہر حال ان میں ابتدائی سات مہمیں جو غزوہ بدر سے پہلے پیش آئیں بغیر فوجی تصادم، خون ریزی یا مال غنیمت کے نکل گئیں[17]۔ سریہ نخلہ پہلی اسلامی مہم تھی جس میں خونریزی بھی ہوئی اور کچھ مال غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ مال غنیمت میں کچھ شراب کی مشکوں، چمڑے کی کھالوں، سوکھی کھجوروں اور تھوڑے سے مال تجارت کے علاوہ دو قیدی بھی تھے جن میں سے ایک نے چالیس اوقیہ چاندی یا سولہ سو درہم زر فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی تھی[18]۔ متعدد قرائن یہ

---

[11] Leone Caetani, Annali dell'Islam, p: 345, (Urlaco Heopli, Milano)

[12]Carl Brockelman, History of the Islamic Peoples, p: 23-25, (Moshe Perlmann, New York)

[13] Montogomary Watt, Muhammad at Madina, p: 2-9, (Oxford Press, 1956)

[14]G.E. von grunebaum, Classical Islam, p: 25-40, (Aldine Publishing Company, Chicago)

[15]۔ سلیمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین، ج:2، ص:319

[16]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:6-2

[17]۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبری۔ ج:2، ص:10-9

[18]۔ ایضاً، ج:2، ص:11

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ثابت کرتے ہیں کہ کاروان نخلہ مقامی تجارتی کارواں تھا جو غالبا طائف سے آرہا تھا۔اس کی تائید مال تجارت میں شامل شراب، سوکھی کھجوروں اور کھالوں سے ہوتی ہے کہ یہ اشیاء طائف کی تجارت میں اہم مقام رکھتی تھیں۔دوم یہ کہ قافلے کی حفاظت کے لیے کوئی بڑا دستہ نہ تھا کیونکہ یہ پورا کاروان چار سے چھ آدمیوں پر مشتمل تھا۔

غزوہ بدر میں مسلم فوج کو عظیم الشان فتح کے نتیجہ میں کافی مال غنیمت ملا۔یہ مال ہتھیاروں، مویشی جن میں 150 اونٹ اور دس گھوڑے تھے، اسباب روزمرہ اور کھالوں کی صورت میں سامان تجارت حاصل ہوا تھا۔[19] میدان جنگ میں داد شجاعت دینے والے تین سو تیرہ اور میدان جنگ سے باہر خدمات دینے والے آٹھ سپاہیوں اور دو گھوڑوں کے کل تین سو پچیس حصے تھے۔[20] اس مال غنیمت سے وہ زر فدیہ زیادہ اہم تھا جو مکی قیدیوں نے ادا کیا تھا۔مقبول عام روایت میں ان کی تعداد ستر بتائی گئی ہے جو سب سے زیادہ ہے۔واقدی نے اپنے قیدیوں کی فہرست میں صرف 49، ابن اسحاق نے 43 میں سے 42 کے نام[21] جبکہ یعقوبی نے 68 قیدیوں کا تذکرہ کیا ہے[22]۔ دو یا تین قیدی جنگی جرائم کی پاداش میں قتل کر دیئے گئے ، کئی اپنی غربت اور بعض اپنی سماجی خدمات اور کچھ رحمت نبوی ﷺ کی بنا پر بغیر فدیہ رہا کر دیئے گئے۔تقریباً دس کی رہائی فی کس دس مدنی بچوں کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم کے عوض عمل میں آئی تھی، اس طرح زر فدیہ ادا کرنے کے رہا ہونے والوں کی ایک تعداد کافی کم ہو جاتی ہے۔بیس قیدیوں میں سے اٹھارہ نے چار ہزار درہم فی کس جبکہ باقی دو میں سے ایک نے دو ہزار درہم اور دوسرے نے ایک ہزار درہم کی ادائیگی کی تھی۔اس طرح مجموعی رقم پچھتر ہزار درہم ہوئی۔مزید جن دس قیدیوں نے فدیہ دیا، ان کے زر فدیہ کی شرح کا کوئی ذکر نہیں ہے[23]۔ اگر ان قیدیوں کا زر فدیہ گراں ترین شرح کے مطابق فرض کر لیا جائے تو کل فدیہ کی رقم ایک لاکھ پندرہ ہزار درہم ہو گی۔اس میں مال غنیمت کی رقم بھی شامل کر دی جائے تو کل رقم ایک لاکھ انتالیس ہزار درہم ہو گی۔ مآخذ اور جدید تحقیق کا اس پر اتفاق ہے کہ شرکاء بدر کو برابر مال غنیمت ملا تھا۔اب اگر تین سو پچیس مسلمانوں پر یہ رقم تقسیم کر دی جائے تو اوسط فی کس تقریباً 462 درہم آتا ہے۔کیا یہ خطیر رقم تھی اور کیا اس رقم سے مدنی مسلم معیشت کو کافی فائدہ ہوا تھا؟ اور یہ اصول طے تھا کہ مالِ غنیمت شرکاء جنگ میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

2ھ، 624ء کی تیسری مہم غزوہ قینقاع تھی۔ یہاں سے ملنے والے ہتھیار اور مالِ غنیمت کی صحیح تعداد کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ رسول اکرم ﷺ کے بطور سپہ سالار کے لیے منتخب مال غنیمت تین کمانوں، تین تلواروں، تین نیزوں اور دو زرہ بکتروں پر مشتمل تھا[24]۔ اگر اس اصول کو معیار مان لیا جائے تو ہتھیاروں کی کل تعداد دو ہزار کمانوں اور اتنے ہی نیزوں اور تلواروں نیز چار سو زرہ بکتروں پر مشتمل رہی ہو گی۔اس غزوہ میں نقد مال کے بجائے پالتو مویشی ملے تھے۔اس غزوہ میں اصل غنیمت ان کی جائیدادیں تھیں جو ان کی گڑھیوں اور بازار میں واقع ان کی سناری اور غالباً ان کی اسلحہ سازی کی دوکانوں پر مشتمل تھیں۔[25] منقول مال غنیمت زیادہ سے زیادہ مالیت پچاس ہزار درہم رہی ہو گی۔غیر منقولہ جائیداد کی قیمت معیار بن سکتی ہے تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ

---

[19]۔ واقدی۔کتاب المغازی۔ص:100-103

[20]۔ ایضا، ص:100-101

[21]۔ ابن اسحاق۔سیرۃ ابن اسحاق۔ص:311-318

[22]۔ یعقوبی۔تاریخ یعقوبی۔ج:2، ص:46

[23]۔ واقدی۔کتاب المغازی۔ص:142-143

[24]۔ ابن سعد۔الطبقات الکبریٰ۔ج:2، ص:29-30

[25]۔ واقدی۔کتاب المغازی۔ص:181

اس کی مالیت زیادہ سے زیادہ آٹھ لاکھ درہم رہی ہوگی۔اس غزوہ تین ساڑھے تین سو مسلمانوں کی آبادکاری کے لیے جائیدادوں کی ضرورت رہی ہوگی۔ مگر برکات احمد کی تحقیق ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بنو قینقاع کو بعد میں معاف کر کے ان کے علاقے میں بدستور رہنے دیا تھا۔[26] اگر یہ صحیح ہے تو مسلمانوں کو صرف منقولہ مال غنیمت ہی ہاتھ لگا تھا جو کوئی بڑی مالیت کا نہ تھا۔ مدینہ سے اخراج سے پہلے بنو قینقاع کو تین دن کی مہلت دی گئی تھی تاکہ وہ مسلمانوں پر واجب اپنے قرض کی رقمیں وصول کرلیں۔اس حقیقت کی روشنی میں کیا جنگ کے اقتصادی محرکات کا نظریہ ہیچ فضول معلوم نہیں ہوتا؟

اس برس کے آخری غزوہ سویق میں مسلم سپاہیوں کو بھاگنے والے دشمن سے چند بوری ستو ملا تھا جو کل مال غنیمت تھا[27]۔ ظاہر ہے کہ دوسو یا چار سو مسلم سپاہیوں کے حصے میں چند درہم مالیت کا سامان بھی نہ آیا ہوگا۔ پہلے دو برسوں کی 12 مہموں میں سے کل چار میں مال غنیمت ملا تھا۔

3ھ میں کل سات مہمیں پیش آئیں۔ غزوہ الکدر میں دوسو مسلمانوں پر مشتمل اسلامی فوج کو پانچ سو یا 1680 اونٹ ملے تھے۔[28] فی کس حصہ سو درہم اور زیادہ سے زیادہ تین چار سو درہم رہا ہوگا۔ سریہ قردہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت سو مسلم سپاہیوں پر مشتمل دستے نے مشرقی شاہراہ تجارت پر جانے والے ایک مکی کارواں پر حملہ کیا اور سب سامان تجارت پر جو زیادہ تر خام چاندی پر مشتمل تھا قبضہ کرلیا۔اس کی مالیت ایک لاکھ درہم لگائی تھی جس میں سے بیس ہزار درہم خمس کے طور پر رسول اکرم ﷺ کے قبضہ تصرف میں آیا[29]۔ سو مسلمان مجاہدین کو فی کس آٹھ سو درہم حصہ ملا۔ غزوہ احد میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کا بیشتر حصہ شکست وافراتفری کے عالم میں کھو گیا۔ بعض مسلمان کچھ مال غنیمت اپنے قبضہ میں رکھنے میں کامیاب رہے تھے۔ان میں سے ایک حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کو پچاس دینار یعنی چھ سو درہم کی ایک تھیلی ملی تھی۔ دوسرے عبادہ بن بشیر رضی اللہ عنہ تھے جو تیرہ مثقال کی ایک تھیلی لائے تھے۔ دونوں اپنا مال غنیمت رسول کریم ﷺ کے پاس لائے تھے لیکن آپ نے ان میں سے کچھ خمس نہ لیا اور ان دونوں کو ان کا مال بخش دیا[30]۔

4ھ میں پیش آنے والی چھوٹی بڑی مہمات کی تعداد سات تھی۔ سریہ قطن میں شامل ایک سو پچاس مجاہدین کو 1260 اونٹ ملے تھے[31]۔ جن کی کل قیمت ساڑھے پچاس ہزار درہم کے لگ بھگ تھی یعنی فی کس تین سو درہم سے کم حصہ تھا۔ غزوہ بنی نضیر میں مسلمانوں کو ہتھیاروں کی شکل میں پچاس پچاس زرہ بکتر اور آہنی خود اور تین سو چالیس تلواریں ملی تھیں۔ ان ہتھیاروں کی قیمت چند ہزار درہم سے کسی طور زیادہ نہ تھی۔ لیکن اصل سرمایہ ان کی جائیداد غیر منقولہ تھی جو گڑھیوں باغات، مکانات اور کھیتوں پر مشتمل تھی۔ بنو نضیر بھی اپنے کھجور کے باغوں میں بڑے پیمانے پر کاشت کرتے تھے۔ یہ جائیدادیں غریب مہاجرین وانصار میں تقسیم کردی گئی تھیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اموال بنی نضیر میں سے رسول کریم ﷺ نے حضرات ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دو کنویں اور ان سے متعلقہ اراضی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو معالہ نامی جائیداد، القرطہ نامی جائیداد حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ اور البوملیہ نامی اراضی حضرت زبیر بن عوام اور ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہما کو مشترکہ طور پر عطا کی تھی۔ ایک اور روایت کے

[26]۔ برکات احمد، Mohammad and The Jews، ص:66-62

[27]۔ ابن اسحاق۔ سیرۃ ابن اسحاق۔ ص:361

[28]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:232-231

[29]۔ ایضا، ص:198

[30]۔ واقدی، ص:232-238

[31]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:345

حرف و سخن
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

مطابق اہل بیت اور خاندان عبدالمطلب کو اموال بنی نضیر سے اتنے جو اور کھجور کا عطیہ ملتا تھا جو سال بھر کے لیے کفایت کرتا تھا۔ بہر حال اس پورے غیر منقولہ مال کی مالیت سات آٹھ لاکھ درہم کے درمیان تھی اور وہ اوسط معیار پر ایک ڈیڑھ ہزار مسلمان افراد کی آبادکاری کے لیے کافی رہی ہو گی مسلمانوں کو اس غزوہ میں نقد اور مال واسباب کی صورت میں کچھ نہیں ملا تھا۔ اس مہم کے اختتام پر جلاوطنی سے قبل یہودیوں نے مسلمانوں سے اپنے قرض کی رقمیں وصول کی تھیں۔[32]

5ھ میں پانچ مہمات پیش آئیں جن میں سے تین میں مال غنیمت حاصل ہوا تھا، جس کی مالیت اتنی کم تھی کہ ایک ہزار سپاہ کے حصے میں فی کس چند درہم بھی نہیں بن سکے تھے۔ غزوہ مریسیع میں اسلحہ واسباب کی غیر متعین مقدار کے علاوہ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑ بکریاں مال غنیمت میں ملی، دو سو خاندان قیدی بنائے گئے، مگر ان میں سے آدھے خاندانوں کو اس خوشی میں بلامعاوضہ رہا کر دیا گیا تھا کہ رسول کریم ﷺ کی ان کے سردار کی بیٹی حضرت جویریہ بنت حارث خزاعی رضی اللہ عنہا کی شادی ہو گئی تھی۔ جب کہ باقی نصف نے زر فدیہ ادا کر کے رہائی پائی تھی۔ عام قیدی کا زر فدیہ چھ فرائض تھا۔ خود حضرت جویریہ نے اپنی آزادی کا معاوضہ چار ہزار درہم رسول کریم ﷺ سے لے کر ادا کیا تھا[33]۔ غالباً دو لاکھ درہم کا تخمینہ اس پورے مال غنیمت کا رہا ہو گا۔ غزوہ خندق میں مسلمانوں کو کوئی مال غنیمت نہیں ملا سوائے دو چار دشمن سپاہیوں کے سلب کہ جس کی قیمت دو چار ہزار درہم بھی نہ رہی ہو گی۔[34] اس برس کی آخری جنگ غزوہ بنی قریظہ میں پندرہ سو تلواریں، تین سو زرہ بکتر، دو سو نیزے اور پندرہ سو چمڑے اور لوہے کے خود اور ڈھالیں تھیں[35]۔ عرفات[36] اور برکات احمد[37] کی تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بنی قریظہ کے قتل عام اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر بیچے جانے کی کہانی من گھڑت ہے تاہم اگر مقبول عام روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو تقریباً ایک ہزار عورتیں اور تین ہزار بچے غلام بنا کر بیچ دیے گئے[38]۔ خود مدینے کے ایک تاجر یہودی ابوالشحم نے ان میں سے دو عورتوں اور ان کے چھ بچوں کو محض ایک سو پچاس دینار یا اٹھارہ سو درہم میں خرید لیا تھا۔ اس کے علاوہ اسباب میں گھریلو سامان، برتن، کپڑے ملے تھے۔ جانوروں میں اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ شامل تھے اور ان سب سے بڑھ کر ان کی غیر منقولہ جائیداد جو ان کے گڑھیوں، مکانات، باغات اور کھیتوں پر مشتمل تھی مال غنیمت میں ہاتھ آئی تھی[39]۔ مسلمان مجاہدین کی تعداد تین ہزار افراد اور چھتیس گھوڑوں پر مشتمل تھی اور جن کے مجموعی تین ہزار بہتر حصے لگائے گئے تھے۔ ہر مسلم شہسوار کو 45 دینار[40] اور ہر پیدل مجاہد کو 15 دینار ملے۔ اس طرح کل حصوں کی مجموعی رقم پچپن ہزار اسی دینار اور خمس کی رقم شامل

---

[32]۔ قاضی ابو یوسف۔ کتاب الخراج۔ ص:39

[33]۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ ج:2، ص:64

[34]۔ ابن اسحاق۔ سیرۃ ابن اسحاق۔ ص:456-455

[35]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:510

[36]W.N.Arfat, The light on the story of B Quraza and the Jews of Madina, 2/100-107, (General Royal Asiatic Society, London, 1976)

[37] Ibid, p:72-94

[38]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:523

[39]۔ البلاذری۔ انساب الاشراف۔ ج:1، ص:376

[40]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:524

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

کردی جائے تو لگ بھگ ستر ہزار دینار بنے گی۔ مالِ غنیمت کی اس رقم سے مدینہ کی آبادی کا ایک حصہ بھی اوسط درجہ میں مال دار نہ ہوا تھا۔ غیر منقولہ جائیداد سے چھ سات سو مسلم افراد یا سو پچاس خاندان مستقل طور سے صاحب جائیداد ہو گئے ہوں گے کہ یہی بنو قریظہ کی کل آبادی تھی۔

6ھ میں اکیس غزوات و سرایا واقع ہوئے تھے۔ مال غنیمت صرف سات مہمات میں حاسل ہوا[41]۔ عکاشہ بن محصن کے سریہ غمر میں چالیس نفری مسلم دستہ کو صرف دو سو اونٹ ملے تھے۔ جب کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سریہ ذوالقسہ میں معمولی تعداد و مقدار میں مویشی و اسباب ملا تھا[42]۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سریہ العیص میں ایک سو ستر مسلم مجاہدین کے دستے نے ایک قریشی کارواں پر چھاپہ مار کر کافی مقدار میں چاندی اور دوسرے مال و اسباب پر مشتمل سامان تجارت اور دو قیدی پکڑے لیکن بعد میں دختر نبی کریم ﷺ کی سفارش و رشتہ داری کی بنا پر ایک قیدی آزاد اور سارا سامان واپس کر دیا گیا۔ صرف ایک قیدی کا زر فدیہ کل مال غنیمت تھا[43]۔ الطرف کے اپنے دوسرے سریہ میں حضرت زید کے پندرہ نفری دستے نے مال غنیمت میں دو سو اونٹ اور تقریباً ایک سو ستر بھیڑ بکریاں حاصل کیں[44]۔ اس برس کے صحابی موصوف کی تیسری مہم میں اگرچہ کافی مال ملا تھا لیکن دشمنوں نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا لہٰذا وہ سب کا سب واپس کر دیا گیا[45]۔ سریہ فدک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے سو مسلم مجاہدین کو پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بھیڑ بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں[46]۔ اس برس کی آخری مہم حضرت زید رضی اللہ عنہ کی کمان میں بنو فزارہ کے ایک خاندان کے خلاف بھیجی گئی تھی[47]۔ اس طرح مجموعی طور سے کل گیارہ بارہ سو اونٹ اور سوا پانچ ہزار بھیڑ بکریاں تھیں اور دو قیدیوں میں سے ایک کنیز بنالی گئی تھی جبکہ دوسرے نے زر فدیہ ادا کر دیا۔ اس پورے مال غنیمت کی مجموعی قیمت پچاس پچپن ہزار درہم سے زیادہ نہ تھی جس کو اگر تقریباً چار سو مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے تو فی کس سوا سو درہم حصہ پڑتا ہے۔

7ھ کی پہلی مہم مسلم مجاہدین کے لیے کافی زرخیز ثابت ہوئی۔ یہ غزوہ خیبر تھا۔ اسلحہ کافی بڑی تعداد میں ہاتھ لگا تھا۔ دو دبابہ اور ایک مرمت طلب منجنیق کا بصراحت ذکر ملتا ہے۔ قلعہ القموس میں دو سو زرہ بکتر، چار سو تلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں معہ اپنے ترکشوں کے ملی تھیں۔ مؤرخین کا دعویٰ ہے کہ خیبر میں یہودی جنگجوؤں کی تعداد دس ہزار تھی اور وہ سب مسلح تھے۔ اس اعتبار سے اسلحہ کی مقدار کافی رہی ہوگی اور وہ ایک چھوٹی موٹی فوج کو کامل طور پر مسلح کر سکنے کی صلاحیت رکھتی ہوگی۔ اس کے علاوہ کافی بڑی تعداد میں جس کی صراحت نہیں ملتی مویشی، کھالیں اور اسباب بھی ملا تھا۔ مال واسباب میں ہر قسم کا گھریلو سامان، کپڑے اور چادریں، چاندی سونے اور دوسری دھاتوں اور مٹی کے برتن، چمڑے کے فرش و فروش اور جاجمیں، زیورات، نقد و جنس کے دفینے اور کافی مقدار میں جانوروں کا چارہ شامل تھا۔ غذائی اجناس میں جو، کھجور، گھی، شہد، تیل اور مکھن شامل تھا۔ صرف قلعہ صعب بن معاذ میں یمنی کامدار کپڑے کے بیس تھان اور پندرہ سو چادریں ملی تھیں۔ ابی الحقیق یہودی کے مدفون خزانے سے جو زیورات و نقد حاصل ہوا تھا ان میں بازو بند، کڑے، جھانجھریں، چھوٹی انگوٹھیاں، بچھونے، طلائی آویزے اور موتی کے ہار کے علاوہ سونے چاندی کے سکے بھی شامل تھے۔ کھانے پینے کی اشیاء اور

---

[41]۔ ابن سعد۔ الطبقات۔ ج:2، ص:78

[42]۔ البلاذری۔ انساب الاشراف۔ ج:1، ص:377

[43]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:253-254

[44]۔ ایضاً، ص:255

[45]۔ ایضاً، ص:559

[46]۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ ج:2، ص:90

[47]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:565

چارے کے بارے میں ذکر آیا ہے کہ ان کا ذخیرہ سال بھر کے لیے یہودی ساکنان خیبر کے لیے کافی ہوتا۔[48] بہر حال اس سلسلے میں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ سات قلعوں کے گروپ میں صرف ذوالنطاۃ اور الشق کی فتح کے بعد یہودیوں نے بقیہ پانچ گروپوں، الکتیبہ، الوطیح، سلالم وغیرہ کی فتح سے پہلے صلح کرلی تھی۔ لہٰذا جو کچھ مال غنیمت ملا تھا اس کا تعلق پہلے دو گروپوں کے مفتوحہ قلعوں سے تھا اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو نقد و جنس میں زیادہ سے زیادہ 2/7 حصہ ہاتھ لگا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلم شہسوار کو ساڑھے گیارہ دینار اور پیادہ کو اس کا تہائی حصہ کل نقد و جنس مال غنیمت سے ملا تھا۔ اس طرح غیر منقولہ مال کی مالیت دس ہزار دینار یا ایک لاکھ بیس ہزار درہم کے قریب ہوتی ہے۔ اس میں ہتھیاروں اور اشیاء خوردونوش کی قیمت شامل نہیں ہے۔ صلح کے مطابق مسلم فاتحین کو جن کی تعداد سولہ سو تھی، یہودی غیر منقولہ جائیداد جو باغات، کھیتوں، مکانات اور قلعوں پر مشتمل تھی مالکانہ حقوق حاصل ہو گئے تھے اور اس کے نتیجہ میں خیبر کی کل پیداوار کے نصف کے وہ مستحق بن گئے تھے۔ خیبر کی پیداوار میں مسلمانوں کا نصف حصہ کھجور 40،000 وسق، جو 5،000 صاع اور نویٰ 5،000 صاع تھا۔[49]

خیبر کے مال غنیمت میں اصل اہمیت اس غیر منقولہ جائیداد سے ملنے والی پیداوار کی ہے جس میں مسلم مجاہدین کو ایک مستقل آمدنی کا ذریعہ فراہم کیا گیا تھا۔ لیکن یہ واضح رہے کہ یہ ذریعہ آمدنی صرف سولہ سو مجاہدین یا ان کے حصص کے خریداروں اور کچھ غریب مسلمانوں تک محدود تھا۔ ان حصوں کی مالیت کا اندازہ کچھ واقعات سے ہوتا ہے۔ رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے بنو غفار کے ایک مجاہد کا حصہ، خیبر دو اونٹوں کے عوض خریدا تھا۔ جبکہ حضرت ثبیتہ بنت حنظلہ نے ایک بعیر سات دینار میں بیچا تھا۔[50] بعد میں عہد عثمانی و عہد معاویہ میں بالترتیب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اشعریوں سے ان کے سو وسق کھجور کا حصہ اور رہاویوں نے اتنا ہی حصہ حضرت معاویہ کے ہاتھ پانچ ہزار دینار یا ساٹھ ہزار درہم کے عوض بیچ دیا تھا[51]۔ بہر حال عہد نبوی میں ایک حصہ کی قیمت دو سو درہم کے لگ بھگ تھی اور اس طرح مجموعی حصوں کی قیمت تین لاکھ ساڑھ ہزار درہم بنتی ہے۔ اس میں نوے ہزار درہم کی رقم خمس میں شامل کر دی جائے تو مجموعی مالیت ساڑھے چار لاکھ درہم کے قریب ہو جاتی ہے۔ ہتھیاروں اور سامان خوردونوش کو بھی شامل کرنے کے بعد پانچ لاکھ درہم کل مالیت بنتی ہے۔ خیبر کے ارد گرد واقع دوسری تین یہودی بستیوں (فدک، القریٰ اور تیماء) سے خیبر جیسی شرائط پر صلح ہوتی تھی اور ان کی پیداوار کا نصف مسلم مجاہدین کا حصہ ٹھہرا تھا[52]۔ فدک کے نصف حصے کی قیمت پچاس ہزار درہم ٹھہری تھی جو ان کو ادا کی گئی تھی[53]۔ گویا ان کی کل اراضی کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ خیبر اور اس کی تین نواحی بستیوں کی اراضی اور تمام نقد و جنس کی مالیت حد سے دس لاکھ درہم رہی تھی۔[54]

سریہ فدک میں راہزنوں کے ایک قبیلہ سے غالب بن عبد اللہ اور ان کے دو سو ساتھیوں کو سترہ سو اونٹ یا ان کی مالیت کے دوسرے مویشی اور انہی صحابی نے

---

[48]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:664-680

[49]۔ ابن اسحاق۔ سیرۃ ابن اسحاق۔ ص:522-524

[50]۔ ایضا، ص:523

[51]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:720

[52]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:706-707

[53]۔ البلاذری۔ فتوح البلدان۔ ص:45

[54]۔ ابن اسحاق۔ سیرۃ ابن اسحاق۔ ص:515-525

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

میفعہ کی مہم میں اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے جناب کی مہم میں خاصے مویشی ملے تھے۔[55] ان چھوٹی چھوٹی مہموں سے کل مال غنیمت پچاس ہزار درہم سے کسی طرح بھی زیادہ نہ تھی۔

8 ہجری میں تقریباً بیس مہمات پیش آئیں۔ایک سریہ ہی میں چار سو تیس اونٹ یا ان کے برابر بھیڑ بکریاں ملیں۔[56] غزوہ موتہ میں سلب کی شکل میں کچھ مال ملا تھا جس میں ایک دشمن سپاہی کا خود بھی تھا اور اس میں ایک موتی جڑا ہوا تھا جس کی قیمت عہد فاروقی میں سو دینار یا بارہ سو درہم لگی تھی۔[57] سریہ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن عاص اور ان کے تین ساتھیوں کو چند مویشی اور اونٹ ملے تھے جو صرف ان کی غذا کے کام آئے۔[58] سریہ خضرہ میں سولہ نفری مسلم دستے کو دو سو اونٹ اور ایک ہزار بھیڑ بکریاں حاصل ہوئیں۔ان کے علاوہ کچھ قیدی بھی پکڑے گئے تھے۔ جن سے زر فدیہ ملا۔[59] ان مہموں میں حاصل شدہ مال غنیمت کی مالیت چالیس پچاس ہزار درہم سے زیادہ نہ رہی ہو گی۔ مگر اس برس کا سب سے بڑا مال غنیمت نقد و جنس کی شکل میں غزوہ حنین میں ملا تھا۔اس میں چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی نقدی حاصل ہوا تھا۔قیدی تو سب کے سب بلا معاوضہ آزاد کر دیے گئے۔البتہ بارہ ہزار مسلم سپاہ میں ہر شہسوار کو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بھیڑ بکری اور ہر پیادہ کے حصہ میں اس کے ایک تہائی آئے تھے۔[60] مال غنیمت کی کل مالیت گیارہ لاکھ بیس ہزار درہم بنتی ہے۔

9ھ کی نو مہموں میں سے اکثر میں کچھ نہ کچھ مال غنیمت ضرور ملا تھا تاہم اس کی مقدار بہت کم تھی۔ سریہ قطبہ بن عامر میں سو اونٹ یا ان کے مساوی مویشی ملے تھے۔[61] اس برس کی پانچویں مہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سر کردگی میں ڈیڑھ سو مسلم فوج کو فلس کے علاقے سے کافی مویشی اور قیدی ملے تھے۔[62] غزوہ تبوک کے دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سوا چار سو کے لگ بھگ دستے کو دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو ڈھالیں اور زرہ بکتر اور اتنے ہی نیزے ملے تھے۔[63]

10 ہجری کی اکلوتی مہم میں حضرت علی کے سپاہیوں کو یمن میں کچھ مویشی، کپڑے اور قیدی ہاتھ لگے تھے اور ان میں رسول کریم ﷺ کے ایک پرانے عزیز دوست حضرت ضماد بن ثعلبہ ازدی کے قبیلہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کو قرابت نبوی کی بنا پر واپس کر دیا گیا تھا۔[64] ان دو برسوں کی کل مہموں میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کی مجموعی مالیت پانچ لاکھ درہم سے کسی طور زیادہ نہ رہی ہو گی۔

---

[55] ۔ابن سعد۔الطبقات الکبریٰ۔ج:2،ص:120-119

[56] ۔البلاذری۔فتوح البلدان۔ص:381

[57] ۔واقدی۔کتاب المغازی۔ص:779

[58] ۔ایضاً،ص:770

[59] ۔ابن سعد۔الطبقات الکبریٰ۔ج:2،ص:132

[60] ۔ایضا،ج:2،ص:154

[61] ۔واقدی۔کتاب المغازی۔ص:755

[62] ۔البلاذری۔فتوح البلدان۔ص:382

[63] ۔ابن سعد۔الطبقات الکبیریٰ۔ج:2،ص:/166

[64] ۔ایضا،ج:2،ص:171

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

a

اقدامی ودفاعی مہمات پر اخراجات

عہد نبوی میں پیش آنے والے تمام سریوں اور غزوات میں یہ کل مال غنیمت ہاتھ لگا تھا۔ اگر ان تمام مہموں کا تجزیہ کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کل مہموں کے صرف ایک تہائی یا اس سے کچھ زیادہ میں مال غنیمت ملا تھا اور بیشتر مہموں میں وہ بہت معمولی تھی۔ جہاں تک مجموعی تخمینہ کا تعلق ہے وہ قریب باسٹھ لاکھ درہم کے آتا ہے جو بظاہر کافی بڑی اور خیرہ کن رقم معلوم ہوتی ہے۔ لیکن در حقیقت اسلامی ریاست اور مسلم معاشرہ کو اتنی آمدنی نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا مدنی معیشت میں اس ذریعہ آمدنی کے حصہ تناسب کو جاننے کے لیے درج ذیل حقائق کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

1۔ اموال غنیمت سے حاصل ہونے والی کل رقم کتنے افراد امت کے لیے کافی رہی تھی؟ بعض حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں ایک اوسط درجہ کے خاندان کے لیے اوسط درجہ کا خرچ ایک سال میں تقریبا تین ہزار درہم میں چلتا تھا۔[65] اس حساب سے مذکورہ بالا رقم محض دو ہزار سرسٹھ خاندانوں کے لیے کافی ہوسکے گی۔

2۔ دس سالہ مہم جوئی کے نتیجہ میں محض آمدنی ہی نہیں ہوئی تھی بلکہ مہموں کی تنظیم، ترتیب، ہتھیاروں کی خرید و حصول، سپاہیوں کو خورد و نوش ولباس اور سواری کے جانوروں وغیرہ کی فراہمی پر بھی کافی خرچ آتا تھا۔

ہر مہم کے بارے میں الگ الگ یا مکمل خرچ کی تفصیل تو نہیں ملتی لیکن بعض اشارے، حوالے اور نکات ملتے ہیں، مثلاً غزوہ احد پر تین ہزار کے مکی لشکر نے لگ بھگ پچاس ہزار دینار کی رقم صرف کی تھی۔[66] فتح مکہ کے بعد رسول کریم ﷺ نے غریب مسلمانوں میں تقسیم کرنے اور دوسری ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک لاکھ تیس ہزار درہم تین مالدار مکہ والوں سے قرض لیے تھے۔[67] اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دس ہزار کے لشکر پر کتنا خرچ آیا ہوگا۔ غزوہ تبوک کی تیاری پر تقریباً ستر ہزار درہم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تنہا خرچ کیے تھے جو ایک روایت کے مطابق لشکر کے کل مصارف کا ایک تہائی تھا۔[68] ظاہر ہے کہ تیس ہزار سپاہ، بیس ہزار اونٹوں اور دس ہزار گھوڑوں پر مشتمل لشکر گراں کا یہ کل خرچ نہ تھا بلکہ صرف ان غریب مجاہدین کے سازوسامان اور سواری کا خرچ تھا جو اپنے ذرائع سے اس کا انتظام نہیں کرسکتے تھے۔ ان شہادتوں کی روشنی میں ان مصارف کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو دس سال کے عرصے میں پیش آنے والی مہمات پر ہوئے تھے۔ کل مسلم سپاہ کی تعداد تقریبا ایک لاکھ افراد تک پہنچتی ہے۔ غزوہ احد پر قریشی خرچ کے مطابق ان پر اوسط خرچ پندرہ سولہ لاکھ دینار یالگ بھگ دو کروڑ درہم خرچ آنا چاہیے لیکن اگر مسلمانوں کی کمزور معیشت اور اقتصادی ابتری کے پیش نظر ایک چوتھائی سے بھی کم فرض کرلیا جائے تو چالیس پچاس لاکھ درہم سے کسی طور پر کم نہ رہا ہوگا۔

اس کے علاوہ مسلمانوں نے اپنے جنگی قیدیوں پر اپنی گرہ سے خرچ کیا تھا۔ بدر کے قیدیوں کو کھلایا پلایا اور بہتر سے بہتر طریقے سے رکھا۔ یہاں تک کہ بعض خود بھوکے رہے مگر ان کے کھانے پینے میں کمی نہ کی۔[69] جنگ حنین کے قیدیوں کے لیے رسول کریم ﷺ نے کئی ہزار نئے کپڑے منگوائے اور اپنے برہنہ

65۔ ایضا،ج:3،ص:185-187

66۔ واقدی۔کتاب المغازی۔ص:199-200

67۔ ایضاً،ص:863-864

68۔ البلاذری۔فتوح البلدان۔ص:368

69۔ واقدی۔کتاب المغازی۔ص:138۔140

دشمنوں کی پردہ پوشی کی۔[70] اس کے علاوہ کئی اور موقعوں پر اپنے قیدیوں کے کھانے پینے اور لباس پر خاصا خرچ کیا۔ اس ضمن میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھی چاہیے کہ بعض معرکوں میں مسلمانوں کو خاصا مالی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کی کھڑی فصلیں تباہ کردی گئیں۔[71] کرز بن جابر فہری نے معرکہ آرائی باقاعدہ شروع ہونے سے پہلے مدینہ کی چراگاہ پر غارت گری کی تھی۔[72] اس طرح بدر کے دوسرے سال ابوسفیان کی زیر قیادت ایک مکی دستے نے مدینہ کے باغوں اور کھیتوں کو تاراج کر دیا تھا۔[73] غزوہ خندق کے موقع پر مدینہ کے محاصرہ کے دوران احزاب کے مختلف شرکاء نے مدینہ کے ارد گرد کافی توڑ پھوڑ مچائی تھی۔[74] حضرت زید بن حارثہ کی سرکردگی میں جانے والا مسلمانوں کا ایک تجارتی کارواں لوٹ لیا گیا تھا۔ یہ اور ایسے متعدد واقعات ہیں جو بتاتے ہیں کہ فوجی و جانی نقصانات کے علاوہ جو کہ معرکہ آرائی میں ناگزیر ہیں مسلم معاشرہ کو مالی نقصانات بھی کافی اٹھانے پڑے تھے۔ اگرچہ ان کا تناسب اموال غنیمت کی آمد کے مقابلے میں کافی کم تھا تاہم ان کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے کیونکہ جنگ وجدال میں اموال غنیمت کے حصول اور مہموں پر اخراجات اور دوسرے مالی نقصانات کے وقوع کے درمیان موازنے اور مصارف کو آمدنی سے منہا کرنے کے بعد صحیح میزان نکلتا ہے۔

غنائم کا مجموعی تناسب

اگر آمدنی اور نقصان کا باہمی تناسب مد نظر رکھا جائے تو غزوات وسرایا میں حاصل ہونے والے منافع کا پلڑا ان کے نقصانات سے خاصا ہلکا نظر آتا ہے بلکہ آمدنی صفر ہو کر رہ جاتی ہے۔ پھر ان مصارف اور اخراجات کو بھی اگر جوڑ لیا جائے جو مسلمانوں نے مدنی حیات نبوی ﷺ کے دس سالہ زمانے میں اپنی مہمات کے سلسلہ میں برداشت کیے تھے تو اموال غنیمت کی آمدنی ان کے مقابلے میں صفر سے اور نیچے پہنچ جاتی ہے۔ صرف غزوہ تبوک کے مصارف ثابت کرتے ہیں کہ وہ دس سالہ مہم جوئی سے حاصل شدہ منافع سے زیادہ نہ تھے تو کم بھی نہ تھے۔ ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی صاحبؒ اس پوری بحث کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اعداد وشمار بالعموم حقیقت کی پوری عکاسی نہیں کرتے۔ یہ اصول ہمارے تجزیے پر بھی کافی حد تک صادق آتا ہے۔ یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ مسلم معیشت کے بنیادی عناصر دراصل ان کی اقتصادی زندگی کی ریڑھ کی ہڈی اور معاشی ڈھانچے کی اساس تھے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ قائم رہتی ہے کہ مال غنیمت نے بہر حال مسلم معیشت کے فروغ وتوسیع میں حصہ لیا تھا۔ رہی اس کے باہمی تناسب کی بات تو ہم با آسانی اسے صرف دو فیصد مان سکتے ہیں اور باقی اٹھانوے فیصد آمدنی پر امن وسائل رزق سے حاصل ہوتی تھی۔ یہ کوئی ریاضیاتی یا پکی جسمانی تقسیم نہیں ہے۔ دو چار فیصد ادھر ادھر کرنے سے مجموعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ یہ ضرور واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی اصل آمدنی کے ذرائع اور وسائل پرامن رہے تھے۔"[75]

---

[70]۔ ابن سعد۔ الطبقات الکبریٰ۔ ج:2، ص:154-153

[71]۔ واقدی۔ کتاب المغازی۔ ص:207

[72]۔ ابن اسحاق۔ ص:256۔258؛ ابن سعد۔ ج:2، ص910

[73]۔ ابن اسحاق۔ ص:361

[74]۔ ایضاً، ص:455۔460

[75]۔ یسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر۔ مقالات سیرت۔ لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2016ء، ج:3، ص:320

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

a

خلاصہ بحث

اس مقالہ نے قرن اول کی مسلم معیشت میں غنائم کی اہمیت اور حیثیت پر مبنی ایک تعارفی مطالعہ فراہم کیا ہے۔ مقالہ مسلمانوں کی معیشتی حقیقتوں اور ان کے معاشرتی نظام کے ڈھانچوں کو سمجھنے کے لئے مختلف جوانبوں کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔ غنائم حاصل کرنے اور تقسیم کرنے کے اصولات، ان کی مقدسیت اور ان کا معاشرتی نظام میں کردار، یہ سب موضوعات مقالے میں تفصیل سے پیش کیے گئے ہیں۔ مختلف فقہی، معاشی، اور اجتماعی پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے مقالہ نے اس وقت کی مسلم معاشرتی حقیقتوں کو روشنی میں ڈالا ہے۔ یہ تعارفی مطالعہ مسلمانوں کے حصول و صرف کے اصولات، مقدسیت، اور ان کے معاشرتی نظام میں غنائم کے کردار کی بہترین سمجھ فراہم کرتا ہے اور قرن اول میں مسلمانوں کی معیشتی حقیقتوں کو مختلف نظاروں سے دیکھنے کا موقع دیتا ہے۔